دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان
فتویٰ نمبر ۱۱۰/۱۸۵ مورخہ

باسمہٖ تعالیٰ

نصاب قربانی سے متعلق حضرت مولانا محمد طلحہ ہاشم زید مجدھم کی تحریر موصول ہوئی، جس پر اکابرین کے دستخط بھی ثبت ہیں، ماشاء اللہ موصوف نے بہت محنت کی، اللہ پاک قبول فرمائیں۔

بندہ نے بغور بار بار اس تحریر کا مطالعہ کیا، لیکن اس سے تشفی نہیں ہوئی، اس لیے چند گذارشات پیش خدمت ہیں۔

(الف) زیر بحث مسئلہ کی مختلف صورتیں ہیں۔(۱)۔نقدی، سامانِ تجارت سونے چاندی میں سے کسی کے نصاب کو نہ پہنچیں، اس صورت میں عدمِ وجوب ظاہر ہے۔

(۲)۔دونوں کے نصاب کو پہنچ جائیں۔ اور انفع للفقراء ہونے میں دونوں مساوی ہیں۔ اور رواج میں بھی مساوی ہیں۔ اس صورت میں اختیار ہے چاہے چاندی کا نصاب سے تقوم کرے یا سونے سے۔

وفی عرض تجارة قیمة نصاب من ذهب او ورق ای: فضة مضروبة ......
مقوّما باحدهما ان استویا۔فلو أحدهما أروج تعین التقویم به۔
(الدر المختار علی الشامیه: جلد: ۲، صفحه: ۳۱)

قوله: "ان استویا" ای: رواجًا وبلوغ نصابٍ بدلیل مابعدهٗ"
(حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: جلد: ۱، صفحه: ۴۰۸)

(۳)۔وجوب دونوں نصابوں سے ہوجاتا ہے لیکن ان میں سے ایک نصاب انفع للفقراء ہے، اس صورت میں انفع کو اختیار کرنا متعین ہے۔

قوله: "ولو بلغ بأحدهما نصابا وخمسا" بیانه کما فی شرح الهاملیة: انه اذا قوّمها بالدراهم بلغت مائتین وأربعین درهمًا واذا قومها بالدنانیر تبلغ ثلاثة وعشرین مثقالاً فانه یقومها بالدراهم لان یجب علیه ستة دراهم ولو قومها بالدنانیر یجب علیه نصف مثقالٍ وهو لا یساوی ستة درهم لان قیمة المثقال عندهم عشرة دراهم فان کان لو قوّمها بالدنانیر تبلغ اربعة وعشرین مثقالاً ولو قوّمها بالدراهم تبلغ مائتین وستة وثلاثین درهماً فانهٗ یقومها بالدنانیر لانه الانفع للمساکین۔
(حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: جلد: ۱، صفحه: ۴۰۸)

قوله: "ولو بلغ بأحدهما نصابا وخمسا" بیانه مافی النهر عن السراج: لو کان بحیث لو قومها بالدراهم بلغت مائتین وأربعین وبالدنانیر ثلاثا وعشرین قومها بالدراهم لوجوب ستة فیها بخلاف الدنانیر فإنه یجب فیها نصف دینار وقیمته خمسة ولو بلغت بالدنانیر أربعة وعشرین وبالدراهم مائة وستة وثلاثین قومها بالدنانیر اھ۔
(شامیه: جلد: ۲، صفحه: ۳۱)

(۴)۔چاندی کے نصاب سے وجوب ہوتا ہے اور سونے کے نصاب سے عدم وجوب ہے، اس صورت میں چاندی سے حساب لگانا بالاتفاق ضروری ہے۔

اذا کان بحیث اذا قومها باحدهما لا تبلغ نصابًا وبالآخر تبلغ تعین علیه التقویم بما یبلغ۔
(فتح القدیر، جلد: ۲، صفحه: ۱۶۷)

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ١١٠/١٨٥
مورخہ
جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان

قال فی النهاية فی وجه هذه الرواية: إن المال كان فی يد المالك ينتفع به زمانا طويلا فلا بد من اعتبار منفعة الفقراء عند التقويم ألا ترى أنه لو كان يقومه بأحد النقدين يتم النصاب وبالآخر لا فإنه يقومه بما يتم به النصاب بالاتفاق فهذا مثله انتهى۔

(فتح القدير، جلد: ٢، صفحہ: ١٦٧)

امام ابو یوسفؒ سامانِ تجارت کی تقویم میں جس نوع سے خریداری کی گئی اسی نوع کا اعتبار کرتے ہیں، اور امام محمدؒ غالب نقدِ بلد سے تقویم کے قائل ہیں۔

ان حضرات کا یہ فرمان بھی اسی صورت میں ہے جبکہ دونوں سے تقویم میں نصاب بن جاتا ہو۔ کسی ایک سے تقویم کی صورت میں اگر نصاب مکمل نہیں ہوتا جبکہ دوسری نوع سے تقویم اختیار کرنے سے نصاب بن جاتا ہے تو اس صورت میں ان حضرات کے نزدیک نصاب والی تقویم اختیار کرنا ضروری ہے۔

قوله "وتفسير الأنفع أن يقومها بما بلغ نصابا" صرح المصنف باختلاف الرواية وأقوال الصاحبين فی التقويم أنه بالأنفع عينا أو بالتخيير أو بما اشترى به إن كان من النقود وإلا فبالنقد الغالب أو بالنقد الغالب مطلقا۔ ثم فسر الأنفع الذی هو أحدها بأن يقوم بما يبلغ نصابا ومعناه أنه إذا كان بحيث إذا قومها بأحدهما لا تبلغ نصابا والآخر تبلغ تعين عليه التقويم بما يبلغ۔

(فتح القدير، جلد: ٢، صفحہ: ١٦٧)

وفيه ايضًا ناقلاً عن الخلاصة:

وعن أبی يوسف يقوم بما اشترى هذا إذا كان يتم النصاب بأيهما قوم فلو كان يتم بأحدهما دون الآخر قوم بما يصير به نصابا انتهى۔

(فتح القدير، جلد: ٢، صفحہ: ١٦٧)

"تقویم بانفع الفقراء یہ صرف امام صاحب کی ایک روایت ہے .... مبسوط نہر میں اس کو امالی اور نوادر کی محض ایک روایت قرار دیا گیا ہے۔"

اس سلسلہ پہلی گذارش تو یہ ہے کہ بہت سارے حضرات نے تقویم بالانفع کو امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مذہب قرار دیا ہے۔

ثم إذا تم الحول على مال التجارة فإنه ينبغی أن يقومها حتى يعرف مقدار مال الزكاة لكن عند أبی حنيفة يقوم بما هو أو فی القيمتين وأنظرهما للفقراء من الدراهم والدنانير كذا ذكر هؤهنا وذكر فی كتاب الزكاة وقال: إن شاء قومها بالدراهم وإن شاء قومها بالدنانير۔

(تحفة الفقهائ، جلد: ١، صفحہ: ٢٧٣)

رجل له عبد للتجارة إن قوم بالدراهم لا تجب فيه الزكاة وإن قوم بالدنانير تجب فعند أبی حنيفة يقوم بما تجب فيه الزكاة دفعا لحاجة الفقير وسدا لخلته وقال أبو يوسف: يقوم بما اشترى فإن اشتراه بغير النقدين يقوم بالنقد الغالب اھ۔

(البحر الرائق، جلد: ٢، صفحہ: ٣٩٩)

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۱۱۰/۱۸۵
مورخہ
جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان

جب انفع للفقراء کی تقویم کو مذہب ابی حنیفہؒ قرار دیا گیا ہے تو یہ روایت محض نہ ہوئی۔

بلکہ جامعہ دارالعلوم کراچی سے مرسلہ تحریر سے قبل تک اکابر کے ہاں معمول بہا بلکہ مفتیٰ بہا وہی ہے، اسی وجہ سے شیخ الاسلام حضرت اقدس دامت برکاتہم نے مشاورت سے قبل فتویٰ جاری کرنے سے منع فرمایا، اگر اکابر کے فتاویٰ تقویم کے بارے میں تخییر کے ہوتے تو پھر مشاورت کی ضرورت نہ ہوتی۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ روایت محضہ نہیں بلکہ اکابر کا مفتیٰ بہ قول ہے۔

ظاہر الروایہ، نوادر وامالی:

حضرت مفتی صاحب زید مجدھم کی تحریر سے قاری کو یہ تاثر ملتا ہے کہ ظاہر الراویہ (تخییر فی التقویم) اور انفع للفقراء والے قول یا روایت میں تخالف ہے، حالانکہ درمختار، طحطاوی، نہایہ وغیرہ کی تصریحات کے مطابق دونوں کا محمل الگ الگ ہے، دونوں نوعوں کے تقوم سے اگر نصاب مکمل ہوجاتا ہے اور ان میں سے انفع للفقراء کوئی نہیں، دونوں میں وجوبِ زکوٰۃ بھی مساوی ہے تو پھر مالک کو تقویم میں اختیار ہے۔

لكن عند أبي حنيفة يقوم بما هو أوفى القيمتين و أنظرهما للفقراء من الدراهم والدنانير كذا ذكر هؤهنا و ذكر في كتاب الزكاة وقال: إن شاء قومها بالدراهم و إن شاء قومها بالدنانير۔ و مشايخنا حملوا رواية كتاب الزكاة على ما إذا كان لا يتفاوت النفع في حق الفقراء بالتقويم بأيهما كان حتى يكون جمعا بين الروايتين۔

(تحفة الفقهاء، صفحه: ۹۱)

اور اگر ایک صورت سے نصاب مکمل ہوتا ہے جبکہ دوسری نوع سے نصاب ادھورا رہتا ہے تو اس میں تخییر کا کوئی بھی قائل نہیں۔ بلکہ نصاب مکمل ہوجانے والی صورت کو اختیار کیا جائے گا۔

ولو بلغ بأحدهما نصابا دون الآخر تعين ما يبلغ به ولو بلغ بأحدهما نصابا وخمسا وبالآخر أقل قومه بالانفع للفقير۔ (الدر المختار على الشاميه: جلد: ۲، صفحه: ۳۱)

ومحل التخيير اذا استويا فقط اما اذا اختلفا قوم بالانفع۔ حلبی۔

(حاشية الطحطاوى على الدر المختار: جلد: ۱، صفحه: ۴۰۸)

الحاصل: دو قول یا دو روایتیں الگ الگ صورتوں پر محمول ہیں۔

ظاہر الروایہ کی ترجیح:

ظاہر الروایہ کو ترجیح تب ہوتی جب کہ ان میں تخالف ہوتا اور تطبیق ممکن نہ ہوتی، جبکہ سرے سے تخالف ہی نہیں اور حضرات نے صراحتاً تطبیق بیان کردی، لہٰذا اس صورت میں ظاہر الروایہ کو ترجیح حاصل نہ ہوگی۔

بالفرض اگر تخالف کو تسلیم کرلیں تو پھر عرض یہ ہے کہ جب نوادر کی روایت بھی معمول بہا ہو اور اسی پر فتویٰ چل رہا ہو تو ایسی صورت میں نوادر کی روایت پر فتویٰ ہوگا۔ ظاہر الروایہ پر فتویٰ دینا درست نہیں۔ (شرح عقود)

اگر حضرت مفتی محمد طلحہ زید مجدہم کی تحریر کے مطابق تقوم میں تخییر والے قول پر فتوی دیا جائے تو اس صورت میں مفتیٰ بہ کو غیر مفتیٰ بہ بنانا لازم آئے گا۔

کسی قول کو ترجیح دینا یہ اہل ترجیح مجتہدین کا کام ہے، جبکہ ہم ناقلین کی صف میں کھڑے ہیں، (شرح عقود)

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۱۱۰/۱۸۵
مورخہ
جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان

چاندی کی قیمت میں کمی:

زیر بحث صورت کی یہ تعبیر کہ: ''چاندی کی قیمت میں کمی واقع ہوگئی ہے'' اس کی بجائے اگر یہ عنوان اختیار کیا جائے کہ: ''سونے کی قیمت میں بے تحاشا اضافہ ہوگیا ہے'' یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ بہشتی زیور وغیرہ میں ہے:

''سو روپے یا ہزار روپے اپنی حیثیت کے موافق مہر مقرر کیا'' (صفحہ:۲۹۱)

جبکہ اس دور میں نہ سو روپیہ مہر بنتا ہے اور نہ ہی ہزار روپیہ۔ کم از کم دو ہزار روپے یا اس سے کچھ زائد مقرر کرنا ضروری ہے۔ یہ چاندی کی قیمت میں کمی نہیں بلکہ ایک معتد بہ اضافہ ہے۔ اسی طرح ایک وقت میں سوا بتیس روپے مہر بن جاتا تھا۔

الحاصل: زیر بحث صورت میں سونے کی مالیت میں بے تحاشا اضافہ ہوا ہے چاندی کی قیمت میں کمی نہیں ہوئی، بلکہ اکابر کے زمانہ کے اعتبار سے معتد بہ اضافہ ہوا ہے۔

حرج کا علاج:

اگر کسی کے پاس دو چار تولے سونا ہے، ضرورت سے زائد کچھ سامان بھی ہے، پانچ سو، ہزار یا دس پندرہ ہزار نقد موجود ہے، ایسی صورت میں نقدی یا زائد از ضرورت گھریلو سامان یا مالِ تجارت ہے بشرطیکہ وہ اکیلا سامان چاندی کے نصاب کو نہ پہنچتا ہو، اس گھریلو سامان، مال تجارت یا نقدی کو موجود نوع میں محول کرلیں اور ظاہر ہے کہ اس نقدی، سامان تجارت یا گھریلو سامان کو بحسب القیمت سونا بنانے کی صورت میں نہ زکوٰۃ واجب ہوگی اور نہ قربانی اور صدقہ فطر واجب ہوگا۔

چاندی چونکہ اس صورت میں موجود ہی نہیں اس لیے سونے اور نقدی وغیرہ کو چاندی میں تبدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں؛ کیونکہ شریعت مطہرہ نے زکوٰۃ، قربانی، صدقہ فطر وغیرہ کیلئے جیسے چاندی کو بنیاد بنایا ہے اسی طرح سونے کو بھی بنایا ہے اس لیے غیر موجود نوع میں تبدیلی کی بجائے موجود نوع میں تبدیل کیا جائے۔ یہ صورت اختیار کرنے سے بہت سے حضرات منتفع ہوسکیں گے۔

صرف چند صورتیں باقی رہ جاتی ہیں۔

یہ صورت اختیار کرنے کی صورت میں قربانی اور زکوٰۃ میں تفریق کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔

ثلث نصاب یا نصف نصاب سے خریداری:

ثلث یا نصف نصاب سے خریداری عمدہ بکرے کی صورت میں ہوگی، گائے کا ادنیٰ حصہ سات ہزار بلکہ بعض علاقوں میں پانچ ہزار کا حصہ بھی شامل کیا جاتا ہے، تو باقی تیس پینتیس ہزار رہ جائے گا، رشید آباد ملتان کے ایک ثقہ، قابل اعتماد حافظ بتلا رہے تھے کہ ایک ساتھی صرف پچیس ہزار کی گائے قربانی کیلئے خرید کرلائے۔ اس صورت میں حصہ چار ہزار سے بھی کم کا ہوگا۔

الحاصل: ثلث یا نصف نصاب خرچ کرنا شرعاً ضروری نہیں۔

دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان فتویٰ نمبر ۱۱۰/۱۸۵ مورخہ

”سامان تجارت وغیرہ جس میں ہماری کرنسی بھی داخل ہے.........(الخ)“

حضرت مفتی صاحب زید مجدھم کا یہ فرمان بظاہر حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم کی تحقیق کے خلاف معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ حضرت نے نوٹوں کو ثمن عرفی قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

فقہی اعتبار سے یہ نوٹ اب قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ فلوسِ نافقہ (مروّج سکوں) کی طرح یہ علامتی کرنسی کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ (فقہی مقالات، جلد:۱،صفحہ:۳۰)

اسی صفحہ پر آگے چل کر فرمایا:

” کاغذی نوٹ کرنسی کے حکم میں ہیں۔“ (فقہی مقالات، جلد:۱،صفحہ:۳۰)

چنانچہ ارسال کردہ فتویٰ میں چاندی کے نرخ کو سامنے رکھ کر نصاب انتالیس ہزار (39,750) روپے بیان کیا گیا ہے، زکوۃ قربانی کا مسئلہ پوچھنے والے کو سونے چاندی کا نصاب بتلانے کی بجائے اس کی مالیت کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

الحاصل نوٹ کرنسی ثمن عرفی ہیں، سامان نہیں۔ لہٰذا سامانِ تجارت میں اس کی شمولیت سمجھ میں نہیں آئی۔

”حنفیہ کی ظاہر الروایہ میں کرنسی اور مالِ تجارت میں قیمت لگانے میں مالک کو اختیار دیا گیا ہے“ (صفحہ:۲)

ظاہر الروایہ اور نوادر کا قصہ یا تخییر وانفع للفقراء کا معاملہ عروض تجارت میں تو منصوص ہے لیکن اس پر کرنسی کے اضافہ کی کوئی دلیل مذکور نہیں۔ کرنسی سونا چاندی کی طرح ثمن اور خریداری کا آلہ ہے، خرید کردہ سامان نہیں۔ صرف اصلی اور عرفی کا فرق ہے۔

”بیس بائیس بکرے آجاتے ہیں“ (صفحہ:۲)

سونا چاندی کے نصاب میں جو شرعی تناسب حضرات فقہاء نے ذکر کیا ہے وہ دس درہم اور مثقال کا ہے، بکریوں سے شرعی تناسب بندہ کی نظر سے نہیں گزرا۔ چنانچہ شامیہ میں ہدایہ کے حوالے سے مذکور ہے:

”کل دینار عشرۃ دراھم فی الشرع“ (شامیہ، جلد:۲، صفحہ ۳۱)

اسی طرح حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

”لان قیمۃ المثقال عندھم عشرۃ دراھم“ (شامیہ، جلد:۱، صفحہ:۴۰۸)

”تاہم قربانی کا مقصد فقراء کی حاجت برآری نہیں“ (صفحہ:۶)

حضرت مفتی صاحب کا یہ فرمان بظاہر درج ذیل آیات اور احادیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے:

فکلوا منها وأطعموا البائس الفقير (الحج:۲۸) وأطعموا القانع والمعتر (الحج:۳۶)
وروی عن النبی عليه الصلاة والسلام أنه قال إذا ضحى أحدكم فليأكل من أضحيته ويطعم منه غيره۔ بخاری بمعناه ومسلم والبيهقی۔ .... وروی عن سيدنا علی رضی الله عنه أنه قال لغلامه قنبر حين ضحى بالكبشين يا قنبر خذ لی من كل واحد منهما

دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان
فتویٰ نمبر ۱۱۰/۱۸۵ مورخہ

بضعة وتصدق بهما بجلودهما وبرؤسهما وبأكارعهما
(بدائع، جلد:۴، صفحہ ۲۲۴)

مذکورہ بالا ارشادات کے ساتھ"فکلوا وادّخروا"، "فامسکوا ما بدالکم" جیسے ارشادات نبویہ نہ ہوتے تو پھر تصدق علی الفقیر کا وجوب ہوتا۔اسی کے پیش نظر علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولک أن تقول الأمر لمطلق الوجوب عند أكثر العلماء كما تقرر في علم الأصول والظاهر من قوله "وأطعموا" وجوب الإطعام والمدعى استحبابه فليتأمل في الجواب۔ (البحرالرائق، جلد:۸، صفحہ:۳۲۶)

قربانی کی بعض اقسام کا اطعام فقیر کے ساتھ مختص ہونا یہ بھی مفتی صاحب کے دعوی کے خلاف معلوم ہوتا ہے، چنانچہ البحرالرائق میں ہے:

وإذا لم تكن واجبة وإنما وجبت بالنذر فليس لصاحبها أن يأكل منها شيئا ولا أن يطعم غيره من الأغنياء۔ (البحرالرائق، جلد:۸، صفحہ:۳۲۷)

نیز البحرالرائق میں اس بات کی بھی تصریح ہے کہ اگر قربانی کی شرائط کو ملحوظ رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی صدقہ فطر کی طرح ایک مالی وظیفہ ہے اور ہر وظیفہ مالیہ میں فقیر کا حق ہوتا ہے۔

لأنها وظيفة مالية نظرا إلى شرطها وهو الحرية فيشترط فيها الغنى كما في صدقة الفطر۔ (البحرالرائق، جلد:۸، صفحہ:۳۱۸)

اس پر یہ اشکال ہوسکتا تھا کہ پھر قربانی میں دیگر وظائف مالیہ کی طرح تملیک فقیر ضروری ہونی چاہیے، نہ خود کھانے کی اجازت ہوا ور نہ ہی اس میں اغنیاء کا حق ہو بلکہ سب کے سب کا تصدق واجب ہو، جبکہ یہاں مسئلہ یہ ہے کہ سارے کا سارا گھر رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے۔

فقہاء کی کلام میں اس اشکال کا جواب موجود ہے کہ "اصل مقصود تمام عبادات میں تقرب الی اللہ ہے اور عباداتِ مالیہ میں تقرب کے حصول کی دو صورتیں ہیں، (۱) تملیک فقیر۔(۲)۔اتلاف مالیت۔ مثلاً: اعتاق اور اضحیہ میں تقرب بالاتلاف پایا جاتا ہے، اگر اضحیہ میں فقیر کا حصہ بھی نکال دیا گیا تو دونوں طرح کا تقرب حاصل ہوگیا۔اور اگر فقیر کو کچھ نہ دیا تو اس صورت میں تقرب بذریعہ اتلاف حاصل ہوگیا۔

لا يقال لو كان كذلك لوجب التمليك وليس كذلك لأن القربة المالية قد تحصل بالإتلاف كالإعتاق والمضحي إذا تصدق باللحم فقد حصل النوعان أعني التمليك والإتلاف بإراقة الدم وإن لم يتصدق حصل الأخير۔ (البحرالرائق، جلد:۸، صفحہ:۳۱۸)

نیز بندہ کے محتاج ہونے کی بنا پر قربانی کی بعض صورتوں میں عدم تصدق افضل ہوجاتا ہے۔چنانچہ بدائع میں ہے:

إن إطعامها والتصدق أفضل إلا أن يكون الرجل ذا عيال وغير موسع الحال فإن الأفضل له حينئذ أن يدعه لعياله ويوسع به عليهم؛ لأن حاجته وحاجة عياله مقدمة على حاجة غيره۔ (البدائع والصنائع، جلد:۴، صفحہ:۲۵۵)

حضرت عمر فاروقؓ کے فرمان سے اختیار کی تائید اور اس کا جواب:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان: ''قَوِّمهٗ وادِّ زکاته'' ...... وفی روایۃٍ ''فاخذ منها الزکوٰۃ'' (الحدیث)

اوّلاً: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مذکورہ فرمان میں تخییر کی کوئی صراحت موجود نہیں؛ لہٰذا اسے تخییر کی دلیل بنانا درست نہیں۔

ثانیاً: اس دور میں چونکہ دونوں نصاب مالیت میں مساوی تھے تو پھر تقویم بالذہب تقویم بالفضہ سے کوئی فرق نہ آئے گا۔ اس صورت میں تخییر کے سب قائل ہیں۔ زیر بحث صورت کیلئے اس سے استدلال تب درست تھا جب یہ ثابت ہو جاتا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک جہت سے تقویم کو انفع ہونے کے باوجود ترک فرمایا اور مالک کو اختیار دیا۔

ثالثاً: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان ''قَوِّمه'' کا ایک معنیٰ: ''قَوِّمه بالنقد الغالب'' بھی ہوسکتا ہے۔ اتنے احتمالات کے باوجود معلوم نہیں کہ اپنے مدعا پر اسے کیسے دلیل بنالیا گیا۔ جبکہ ضابطہ یہ ہے کہ: ''اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال''

الحاصل: درج ذیل وجوہ کی بنا پر تخییر کی بجائے انفع للفقراء والے قول پر فتویٰ ہونا چاہیے۔

۱۔ حضرات فقہاء اور اکابر کے فتاویٰ کے مطابق ہے۔

۲۔ ارسال کردہ فتویٰ کے مطابق قربانی کے باب میں نصاب فضہ کا گویا کہ کلی ترک لازم آئے گا۔

۳۔ قربانی اور زکوٰۃ کے نفس نصاب میں تفریق کرنا لازم آئے گا جبکہ نفس نصاب دونوں کا ایک ہے۔

۴۔ دورِ حاضر میں دینی امور میں بہت سستی پائی جاتی ہے اس فتویٰ کا سہارا لیکر چالیس ہزار سے لیکر سونے کا نصاب (جو تقریباً چار لاکھ تک بنتا ہے) اس سے کم مالیت کے حامل تمام لوگ قربانی جیسی عبادت سے محروم ہو جائیں گے۔ یعنی موجودہ دور میں قربانی صرف اُن لوگوں پر فرض ہو کر رہ جائے گی جو کم از کم چار لاکھ نقدی یا اس مالیت کے دیگر سامان تجارت کے مالک ہوں۔

۵۔ اندازہ یہ ہے کہ یہ بحث واجتہاد قربانی تک محدود نہ رہے گا بلکہ بعض حضرات اسی کو بنیاد بنا کر زکوٰۃ، صدقۂ فطر میں بھی سونے کے نصاب کو معیار بنالیں گے۔

۶۔ اس فتویٰ کی وجہ سے زکوٰۃ دینے والوں کی تعداد پہلے کی بہ نسبت بہت کم ہو جائے گی۔ اور لینے والے کی تعداد بڑھ جائے گی گویا جو شخص تقریباً چار لاکھ سے کم مالیت رکھتا ہے وہ مستحق زکوٰۃ بن جائے گا، اس میں غرباء طلباء اور مدارس کا جو نقصان ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ .... فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

رئیس دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۴۳۸/۱/۲۵ھ

مُفتی جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان

دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان